میدانِ اُحد

شاہ بلیغ الدینؒ

ہجرت کا تیسرا سال ہے۔ ۷رشوّال کی صبح کو سورج طلوع ہوا تو ایک طرف سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور دوسری طرف سے اُعْلُ اُہُبَل (۱) کی صدائیں اٹھیں اور دیوی دیوتاؤں کے جے کارے بھرے گئے۔

مدینہ منوّرہ کے شمال میں کوئی تین میل ادھر پہاڑی کے دامن میں مسلمان اور قریش پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ (۲) یہی میدانِ اُحد ہے۔

ابوسفیان اور عکرمہ تُلے بیٹھے ہیں کہ آج مسلمانوں سے جنگِ بدر کا بدلہ لیں گے۔ کوئی انہیں دیکھے تو سمجھے کہ خون کے پیاسے کسے کہتے ہیں۔ زندگی کے ہر اثاثے پھونک کر وہ میدانِ جنگ میں آئے ہیں۔ اور تو اور اُن کی عورتیں تک گھروں سے نکل آئی ہیں۔ ابوسفیان کی بیوی، خالد بن ولید کی بہن، عَمرو بن عاص کی شریکِ حیات اور مصعب بن عمیر کی ماں! قریش کے بڑے گھرانوں کی کون بہو بیٹی ہے جو آج یہاں نہیں! پندرہ عماریوں میں بھر کر ان کا قافلہ آیا ہے۔ (۳) ان کے سامنے بھلا اُن کے مردوں کے قدم پلٹ سکیں گے؟

یہ رجز پڑھتی ہوئی اپنے مردوں کو دیکھ رہی ہیں (۴) ان کی غیرتوں کو للکار رہی ہیں۔ ایک سے ایک آتشیں بول ہے......

ہم　ہیں　ستارہ　زادیاں
افلاک　کی　شہزادیاں
دکھلاؤ　گے　جرأت　اگر　لاؤ　گے　انسانوں　کے　سر
دیں　گی　مبارکبادیاں
افلاک　کی　شہزادیاں (۵)

میدانِ جنگ میں کون ہوگا جس کی غیرت ان اشعار کو سن کر جاگ نہ پڑے! قریش تو ویسے ہی جوشِ انتقام میں اندھے ہو رہے ہیں۔

اِدھر مسلمان ہیں عجب بے سروسامانی کا عالم ہے۔ منافق عبداللہ ساتھ چھوڑ کر جا چکا ہے اس کے تین سو ساتھی بھی اسلامی لشکر سے ٹوٹ چکے ہیں۔ مشکل سے سات سو جانباز اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے جلو میں ہیں۔ کوئی ان خدا کے نام لیواؤں پر نظر ڈالے! صرف دو گھوڑے ان کے پاس ہیں اُدھر سات سو گھوڑے اور تین ہزار اُونٹ! اِدھر صرف سو زِرہ پوش، اُدھر سات سو آہن پیکر، فولاد شکن! اِدھر سَمُرہ (۶) اور رافع (۷) جیسے لڑکے اُدھر قریش کے تین ہزار سورما!

(۸) دن چڑھا، نائے کرّائے اور دف برّائے۔ دونوں فوجیں ڈٹ کر کھڑی ہوگئیں، قریش کا کیا انتظام و انصرام ہے! سیدھے بازو خالد بن ولید کمان کررہے ہیں اور الٹے ہاتھ عِکرمہ! درمیان میں سردارِ لشکر ابوسفیان ہے، سوار صفوان کے تحت ہیں، تیرانداز ابنِ ربیعہ کے! طلحہ کے ہاتھ میں لات وہُبُل کا پھریرا ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی پہاڑی کے بالکل آگے اپنے جاں نثاروں کو صف بستہ کیا۔ (۹) حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھوں میں مسلمانوں کا جنگی پرچم لہرا رہا ہے۔ حضرت زبیر فوج کے سالار ہیں۔ (۱۰) بے زرہ سپاہیوں کا دستہ حضرت امیر حمزہ کے پاس ہے اور تیراندازوں کی ایک ٹکڑی جناب عبداللہ بن جُبیر کی نگرانی میں ہے۔ عَیْنَیْن پر مامور یہ دلاور یہودیوں کے ناگہانی حملے سے بھی مسلمانوں کی حفاظت کریں گے۔ یہودی میدانِ جنگ میں تو نہیں آس پاس کی بستیوں میں رہتے ہیں لیکن میدانِ جنگ میں کب کیا ہو جائے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ انہوں نے پہلے ہی مدینے میں خوف ناک خبریں پھیلا رکھی ہیں۔ اس لیے مجاہدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بات کا خیال رکھا ہے۔ یہی تیرانداز اسلامی فوج کے پچھلے راستے کی حفاظت بھی کریں گے۔

طبلِ جنگ پر چوٹ پڑی، لڑائی شروع ہوئی۔ دونوں طرف سے جیالے دشمنوں کو للکارتے نکلے۔ اُدھر سے ابو عامر، طلحہ، عثمان اور ابوسعید آئے۔ اِدھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ وہ نعرے لگے کہ آسمان تھرّا اُٹھا۔ سب کو داؤ رواں تھے۔ ہر ایک گھات میں طاق تھا۔ یوں تلواریں چمکیں جیسے کوندے لپکے!

تھوڑی دیر میں ابو عامر پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوا اور طلحہ، عثمان اور ابوسعید کی لاشیں زمین پر پڑی تڑپنے لگیں۔ قریشی جرّاروں کا خون کھول گیا! پلک جھپکتے مسلمانوں کے قلبِ لشکر میں جا کر دُھواں دھار ہوگئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی۔ آپ کبھی اسے دیکھتے کبھی اپنے فدائیوں کو دیکھتے۔ جس جاں نثار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم دیکھا شوق اور اضطراب کا ایک طوفان اسے لے ڈوبا۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: (۱۱)

''کوئی ہے جو اسے مجھ سے لے اور اس کا حق ادا کرے''

اللہ اللہ یہ سعادت!

سبھی آگے بڑھنے کو تھے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پہل کی۔ اسلامی فوج کا سالار آگے بڑھا تو دوسرے رک گئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ نہ فرمائی، پھر ارشاد ہوا:

''کون اس تلوار کو اس کے حق کے لیے لیتا ہے؟''

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پھر آگے بڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دستِ مبارک روک لیا۔ جب تیسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہی الفاظ نکلے تو جاں نثاروں کے دل مچل گئے۔ بنی ساعدہ کے دلاور ابودُجانہ رضی

اللہ عنہ سے رہا نہ گیا۔ تڑپ کر آگے بڑھے۔ عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں اس کا حق ادا کروں گا۔ آپ حکم فرمائیں کہ اس کا حق کیا ہے؟(۱۲)

ارشاد ہوا:

''کوئی مسلمان اس سے مارا نہ جائے اور کوئی کافر اس سے بچنے نہ پائے۔''

ابودُجانہ رضی اللہ عنہ نے سرِ تسلیم خم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار عنایت فرمائی تو دلا ور نہال ہوگیا۔ بے اختیار رجز کے بول زبان پر آگئے:(۱۳)

''یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ہے۔ یہ رک نہیں سکتی۔ میں تھم نہیں سکتا۔ دشمن کی آخری صف تک میں ایک ایک کا سینہ چیر کر رکھ دوں گا۔''

عرب میں ابودُجانہ کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے سُورما ان کا نام سن کر پیٹھ پھیر دیتے تھے۔(۱۴) آج تو کچھ پوچھنا ہی نہ تھا، وہ اپنے مقدر پر نازاں تھے۔ لڑائی کو نکلے تو اس شان سے کہ ایک سُرخ رومال سر پر باندھ لیا۔ سینہ تانے گردن اکڑائے بڑی آن بان سے قدم آگے بڑھانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار عنایت فرمائی تھی تو پاؤں ہی زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خدا کو یہ چال پسند نہیں، لیکن اس وقت یہ بہت خوب ہے۔''(۱۵)

ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کو آج کون روک سکتا تھا۔ دشمنوں کی صفوں میں کہرام مچ گیا۔ جس پر ان کی تلوار اٹھی وہ زمین کا ہو رہا۔ ایک سرے سے نکلے تو دوسرے سرے تک درّاتے چلے گئے۔ صفیں الٹتے دشمن کے عقب میں پہنچے تو دیکھا کوئی بڑے جوش اور جذبے سے اپنے ساتھیوں کو للکار رہا ہے۔ ابودُجانہ رضی اللہ عنہ اس پر جھپٹے۔ تلوار ہوا میں لہرائی تو بَرق سی چمک گئی۔ دشمن پلٹا، دیکھا موت سر پر کھیل رہی ہے تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ ہاتھ جوڑ کر کہا:

''میں ہوں ہند! مجھ پر رحم کرو۔''

ہند کا نام سن کر ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کا خون جوش کھا گیا لیکن وہ اُلٹے پاؤں پھر گئے۔ بہادر نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تلوار عورت پر نہیں اٹھے گی!
اس مقدّس تلوار کو پاک رکھنا ہی بہتر ہے۔''(۱۶)

ابودُجانہ رضی اللہ عنہ صفوں کو چیرتے آگے بڑھ رہے تھے کہ دیکھا دُور دشمن سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ دوڑ کر پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ ابنِ قمیّہ آگے بڑھا چلا آرہا تھا۔ خود ڈھال بن کر کھڑے ہوگئے۔ تیر آ آکر پیٹھ لہولہان کر رہے تھے، مگر یہاں تو جان وتن وار دینے کی دُھن سوار تھی۔(۱۷)

جنگ ختم ہوئی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار اُنہیں دی، فرمایا:

''اس کا خون دھوڈالو! آج اس نے اپنا حق ادا کر دیا''

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا تو ارشاد فرمایا:

''صرف تمہاری تلوار ہی نے نہیں ابودُجانہ کی تلوار نے بھی آج اپنا حق ادا کر دیا'' (۱۸)

اِدھر ابودُجانہ رضی اللہ عنہ جنہیں شہادت کی تمنا رہ گئی تھی، زخموں سے تڑپ تڑپ کر کہہ رہے تھے۔

ع.....حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

☆☆☆

حواشی

(۱) ہُبل اونچا رہے (۲) مکّہ معظّمہ اور مدینہ منوّرہ کا فاصلہ ۲۱۲ میل یا ۲۵۰ میل بتایا جاتا ہے۔ راستے مختلف تھے۔ فاصلہ اس سے کم اور اس سے زیادہ بھی ممکن ہے۔ ہجرت کے وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے کم فاصلے کا راستہ اختیار فرمایا تھا لیکن یہ کٹھن راستہ تھا۔ اس زمانے میں معروف راستے چار تھے جن میں سے تین رابغ سے ہو کر نکلتے تھے۔ (۳) واقدی۔ ابنِ سعد (احد) اور مسعودی تنبیہ واشراف (۴) طبری (۵) شاہنامۂ اسلام (حفیظ جالندھری) (۶) سَمُرہ بن جُندب ۱۵ برس کی عمر تھی (۷) رافع بن خُدَیج۔ یہ بھی ۱۵ برس کے تھے (۸) ہفتہ ۷/شوّال ۳ھ مطابق ۲۳/مارچ ۶۲۵ء۔ ابن اسحٰق نے ۱۵/شوّال تاریخِ جنگ لکھی ہے (۹) احد کے جنوبی رُخ ایک قوس کی سی صورت بن گئی ہے یہیں شمالی سرے پر ایک پتلا سا راستہ ہے۔ اس کے بعد کھلا میدان آتا ہے۔ یہ بڑی محفوظ جگہ تھی۔ یہاں ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو صف آرا کیا۔ قریش واقدی کے بیان کے بموجب زغانتہ میں اُترے۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ وادی قناۃ کے کنارے انہوں نے اپنی فوج کو ترتیب دیا۔ بعض روایتوں کی رو سے ان کی فوج پانچ ہزار پر مشتمل تھی عام طور پر تین ہزار تعداد بتائی جاتی ہے (۱۰) زرہ پوشوں کے سالار۔ زرہ پوش عموماً سوار ہوتے لیکن احد میں جس دستے کی حضرت زبیر نے قیادت کی وہ پیدل تھا۔ زرہ اور خَود لوہے کے ہوتے تھے۔ اس دور میں چمڑے کی زرہوں اور چمڑے کی ڈھالوں کا بھی رواج تھا۔ خَود میں گِدھ یا شتر مرغ کے پَر لگائے جاتے تھے۔ پیدل فوج بھی زرہ پہنتی۔ اس کا عام لباس گھٹنوں تک کرتا یا عبا، پاجامے اور جوتے ہوتے۔ دشمن کے سوار دستے کو نیزہ باز روکتے۔ فتح کا دارومدار تیراندازوں پر ہوتا (۱۱) اصابہ جلد ہفتم، ص: ۵۷، طبری، ابوبکر بن ابی شیبہ (مسلم باب فضائل صحابہ) (۱۲) ابنِ اثیر لکھتے ہیں، حضرت ابودُجانہ کا شمار صاحبِ فضل صحابہ میں تھا۔ بڑے نڈر اور بلا کے دلیر تھے۔ عہدِ نبوی کے تمام غزوات میں شریک رہے اور احد میں ان کی فدائیت اور جان نثاری یادگار رہ گئی، جنگِ یمامہ میں بھی انہوں نے بے نظیر شجاعت کا ثبوت دیا۔ مسیلمہ ایک باغ میں قلعہ بند ہو کر اپنی فوجوں کو لڑا رہا تھا، جب دشمن پر دَر ہونے کی کوئی صورت نہ رہی تو حضرت ابودُجانہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اٹھا کر باغ کی دیوار کے اندر پھینک دو۔ اس طرح ان کا پیر ٹوٹ گیا مگر برابر لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہوگئے۔ اللہ نے اس لڑائی میں مسلمانوں کو فتح دی، ابودُجانہ کنیت تھی، نام سَمَّاک۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُتبہ بن غزوان سے ان کا بھائی چارہ کرادیا تھا، حضرت سعد بن عبادہ ان کے چچازاد بھائی تھے۔ ابودُجانہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے (۱۳) طبری (عہدِ رسالت۔ تذکرۂ احد) رجز کے جو شعر اس موقع پر ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلے ان کا مفہوم کچھ یوں تھا۔ ارشاد ہوا: تلوار کا حق کون ادا کرے گا؟ میں نے کہا: میں جو ہوں حق کا بندہ'' ارشاد ہوا: ''یہ سیف اللہ ہے'' عرض کیا: ''حقّا عطیۂ رسول اللہ ہے! یہ رب العزت کی دین ہے مالک الملک کا تحفہ ہے'' ماوردی (احکام السلطانیہ۔ باب چہارم) کلِ یوم (مغازی ابنِ اسحٰق۔ مطبع جامعہ آکسفرڈ کراچی، ۱۹۶۷ء صفحہ: ۳۷۳) (۱۴) ابنِ سعد (غزوۂ اُحد) (۱۵) عیون الاثر (۱۶) ابنِ اسحٰق، طبری (۱۷) عیون الاثر۔ سیرتِ ابنِ ہشام (۱۸) طبری